سلسلہ اشاعت امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور ۵۸
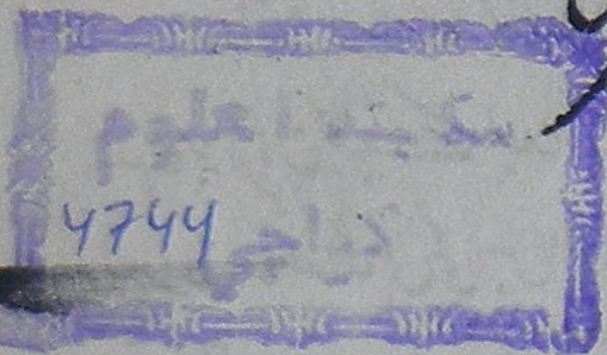
قتیل العبرۃ

از قلم

سرکار سید العلماء علامہ سید علی نقی النقوی

مجتہد العصر لکھنؤ

قیمت ۳ آنے

امامیہ مشن پاکستان

کے سلسلہ اشاعت کا ۵۶ واں گرانقدر کتابچہ آپ کے پیش نظر ہے

سے پہلے یہ کتابچہ امامیہ مشن لکھنؤ کی طرف سے ان کے سلسلہ اشاعت کے

کے تحت شائع ہو چکا ہے۔

واقعۂ کربلا سے کون واقف نہیں۔ یہی وہ علم و عرفان پھیلانے والی کہانی

ہے جو قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ کہی، لکھی اور سنی جاتی ہے مگر اسکی دلچسپی

اور ذوقِ سماعت میں کمی نہیں ہوتی۔ یہ افسانۂ سوز و گداز ہر بار قلبِ سلیم اور پاکیزہ روح

اک نئی تڑپ پیدا کر کے حقیقی زندگی کے تصور سے روشناس کرتا ہے۔

حضرت سید الشہداؑ کا تذکرہ حادثاتِ عالم کا سب سے بڑا سانحہ پھر اس پر

سید العلماء مدظلہ ایسے نباضِ زمانہ کا اندازِ نگارش، نقطۂ نگاہ کا مجتہدانہ سلجھاؤ سوز و گداز

کی مرقع کشی۔ آپ پڑھکر یقیناً فائدہ حاصل کریں گے۔ ہر ایک ہمدردِ انسانیت

کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس کی توسیعِ اشاعت میں امکان بھر کوشش

فرمائیں جو ایک طرف ارکانِ مشن کے لیے باعثِ حوصلہ افزائی ہوگا اور دوسری

طرف نوعِ انسانی کی خدمت کا مقدس فریضہ ادا ہو سکے گا۔ جو یقیناً خوشنودی

خدا کا باعث ہوگا۔

جنرل سکریٹری

جولائی ۱۹۵۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کشتہ گریہ پر عقیدت کے چند آنسو

ماہِ محرم کا غم انگیز ہلال آسمان پر نمودار ہوگیا۔ گھر گھر مظلوم کربلا کی صفِ ماتم بچھ گئی۔ صدیوں کے زخم جنہوں نے پاک عقیدت مسلمانوں کے دلوں میں گھر کر لیا ہے تازہ ہو گئے۔ ہر قوم اپنے مذہب کے موافق اس کا اثر لیتی ہے۔ کربلا میں بے گناہ شہید ہو جانے والا مظلوم تھا بھی اس قابل کہ اس کا رنج عالم کو گرویدۂ تاثیر بنا لے۔ قدرت نے بھی اس اثر کے بقاء کا اہتمام کیا۔ دامنِ افق کو ہمیشہ کے لیے شفق سے خون آلود بنا کر اس خونِ ناحق کا پائدار شاہد قرار دے دیا۔

شیعہ و سنی افراد کو جانے دو، وہ تو رسول پاکؐ کا کلمہ پڑھتے اور حسینؑ مظلوم کی محبت کے دعویدار ہیں۔ ہندو اور پارسی اقوام بھی اس رنج کا حصہ لیتے اور شہیدِ کربلا کی مظلومیت کا تذکرہ کرتے ہیں۔

مگر افسوس ہے کہ اسلام کا دعویٰ کرنے والے بعض نام نہاد افراد

اس مصیبت کا اثر مٹا دینے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر
نظر آتے ہیں۔ یہ بات اور ہے کہ یہ کوشش ان کی نقش بر آب
اور قدرت کے مقابلہ میں ناکامیاب ہو۔

مظلومِ کربلا کی تعزیہ داری پر طرح طرح کے اعتراضات کیے
جاتے ہیں اور عشرۂ محرم کے زمانے میں مختلف اشتہارات و اخبارات
کے ذریعہ سے عقیدت کیش مسلمانوں کو اس کارِ خیر سے روکا جاتا ہے
تعزیہ کو بت پرستی کہہ کر توحید کے منافی بتلایا جاتا ہے، اور
تعزیہ کے احترام کا نام شرک رکھا جاتا ہے۔ کبھی اس کو تصویر کا لقب
دے کر حرمت کا فتویٰ دیا جاتا ہے۔ اور کبھی بدعت بتا کر اس سے
سادہ لوح افراد کو متنفر کیا جاتا ہے۔ شرک و بت پرستی کا اعتراض
درحقیقت نجدی وہابیوں سے حاصل کیا ہوا ایک سبق ہے جو آموختہ
کے طور پر بار بار دہرایا جاتا ہے جو لوگ اصل قبہ و قبور کے احترام کو
بت پرستی کہتے ہیں ان سے اس کی نقل کے بارے میں کون سی تو
ہو سکتی ہے لیکن اب حقیقت بے نقاب ہو چکی ہے، وہابیہ کی رد میں بہت
کتابیں لکھی جا چکی ہیں انھوں نے اس اعتراض کو تارِ عنکبوت کی طرح
اڑا دیا ہے۔ ہم نے اپنی کتاب کشف النقاب عن
عقائد ابن عبد الوہاب میں تفصیل سے اس قول کی
کر دی ہے۔

صحیح مسلم سے ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ تعزیہ قبر حضرت سید الشہداؑ
کی نقل ہے جو ذی روح نہیں ہے۔ بدعت بھی باتفاق رائے
اہلسنت واجب و مستحب و مکروہ ہو سکتی ہے لازم نہیں ہے کہ
حرام ہی ہو ورنہ تراویح کی نماز ایک ناقابلِ تاویل معصیت قرار پائیگی۔
سب سے زیادہ مغالطہ انگیز شبہہ یہ ہے کہ کسی میت کے
غم میں گریہ وزاری کرنا ممنوع ہے اور احادیث سے اس کا
ناجائز ہونا ثابت ہے۔ ہم اسوقت اسی موضوع پر قلم اٹھانا چاہتے
ہیں اور اکابر سوادِ اعظم کے کتب سے گریہ وزاری کا جواز
ثابت کرتے ہیں۔ امید ہے کہ با انصاف اہلِ اسلام اس مختصر تحریر
کو دیکھ کر اپنے نبی کے نواسے پر گریہ وزاری میں کوتاہی نہ کریں گے۔
عام مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے سب سے پہلے جو چیز اس قابل
ہے کہ ترتسلیم اس کے سامنے خم ہو جائے وہ کتاب اللہ اور قول
رسولؐ، فعلِ رسولؐ، تقریرِ رسولؐ ہے اس کے بعد صحابہ کرام کی سیرت
اور تابعین کا طرزِ عمل ہے۔ ان میں سے اگر ایک چیز موجود ہو، تو
مطلب کے ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ چہ جائیکہ تمام ادلہ و براہین
پہلو بہ پہلو ہو کر کسی مطلب کو ثابت کریں۔

قرآنِ مجید سے گریہ وزاری کا ثبوت

خداوند عالم جناب یعقوب کی حالت بیان کرتے ہوئے

فرماتا ہے۔

وابیضت عیناہ من الحزن فھو کظیم

ان کی آنکھیں رنج و غم سے سفید ہو گئی تھیں۔

(سورۂ یوسف)

علامہ زمخشری تفسیر کشاف میں اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:-

ماجفت عیناہ منذ فراق یوسف الی حین لقائہ ثمانین عاما وما علی وجہ الارض اکرم علی منہ

(یعنی) یعقوب کی آنکھیں فراق یوسف میں ۸۰ برس تک خشک نہیں ہوئیں۔ ہمیشہ آنسوؤں سے تر رہتی تھیں۔ حالانکہ ان سے بڑھ کر اس وقت خدا کا مقرب بندہ کوئی نہ تھا۔

اور اسی تفسیر میں جناب رسالت مآبؐ سے روایت ہے۔ حضرتؐ نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ یعقوبؑ کا رنج یوسفؑ کے فراق میں کس حد پر تھا؟ انھوں نے کہا کہ ستّر لپسر مردہ عورتوں کے برابر۔ حضرت نے فرمایا کہ ثواب ان کو کس حد تک ملا۔ جواب دیا کہ سو شہیدوں کے برابر ثواب عطا کیا گیا۔

اس آیت سے بہ ضمیمہ تفسیر چند باتوں کا انکشاف ہوتا ہے:-

۱۔ حضرت یعقوبؑ باوجود مرتبۂ نبوت یوسف کے فراق میں ۸۰ برس تک شب و روز روتے رہے۔

۲۔ قرآنِ مجید میں اس فعل کا تذکرہ بغیر کسی اعتراض کے درج کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نظرِ احدیت میں یہ فعل ممدوح و مستحسن تھا ورنہ قرآن جو اصولِ اسلامیہ کی تعلیم کیلئے ان واقعات کا تذکرہ کرتا ہے مزید اس پر اعتراض کرتا۔

۳۔ ان کے گریہ و بکا نے اجر و ثواب میں کوئی نہیں کی۔ بلکہ اس حزن و غم کے تذکرہ کے بعد ثواب کا ذکر کرنا بتلاتا ہے کہ یہ حزن و غم کی عبادت تھا۔

فعل رسولؐ

خود جناب رسالتمآبؐ وقت مصیبت بے چین ہو کر روئے ہیں اور بہ آوازِ بلند گریہ فرمایا ہے۔ کتب اسلامیہ اس قسم کے واقعات سے پُر ہیں، ہم اس موقع پر بعض حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۔ ابن عبدالبر نے استیعاب میں لکھا ہے۔

عن جابر بن عبد اللّٰہ قال لما رأی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم حمزۃ قتیلاً بکی فلما رأی ما مثل بہ شھق۔

(استیعاب مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد جلد ۱ صہ ۱۰۴)

جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ جب حضرت رسولؐ نے حمزہؓ کو مقتول پایا تو گریہ فرمایا۔ اور جب ان کے اعضائے بریدہ پر نظر پڑی تو چیخ مار کر روئے۔

علی بن برہان الدین شافعی محدث نے انسان العیون

تحریر کیا ہے۔

عن ابن مسعود مارأینا رسول اللہ باکیا اشد م
بکائہ علی حمزۃ و فی القبلۃ ثم وقف علی جنازۃ
وانتحب حتی نشع ای شہق حتی بلغ بہ الغشی یقول یا ع
رسول اللہ واسد رسولہ یا حمزۃ یا فاعل الخیرات یا مز
الکربات یا ذاب بالذال المعجمۃ ای یا ما
عن وجہ رسول اللہ۔

ابن مسعود سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت رسولؐ کو کبھی اس شدت
سے روتے نہیں دیکھا جیسے حضرت حمزہؓ پر گریہ فرمایا۔ قبلہ رُخ لاش کو ک
قریب لاش کے کھڑے ہوتے اور ایک چیخ ماری یہاں تک کہ غش
اور حضرت یوں نوحہ پڑھ رہے تھے۔

"اے رسولِ خدا کے چچا! اے خدا اور رسولؐ کے شیر! اے حمزہؓ
اے نیک باتوں کے کرنے والے! اے دین پہ سے مصیبتوں کے
دور کرنے والے! اے رسولؐ سے دشمنوں کو ہٹانے والے۔"

اور علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے واقدی سے نقل کیا ہے۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یومئ
اذا بکت صفیۃ یبکی واذا نشجت ینشج

(شرح نہج البلاغۃ طبع مصر جلد ۲ صفحہ ۳۷۶)

حضرت رسولِ خدا کی روزِ اُحد یہ حالت تھی کہ جب صفیہ (خواہر حمزہ) روتی تھیں۔ حضرت پر گریہ طاری ہو جاتا تھا۔ اور جب روتے روتے ان کے گلے میں پھندے سے پڑنے لگتے تھے تو حضرت کی بھی وہی حالت ہو جاتی تھی کیا اس سے بڑھ کر بیتابی اور گریہ و بکا کی حالت ہو سکتی ہے اس کے بعد گریہ و بکا کو خلافِ شرع بتلانا فعلِ رسولؐ پر اعتراض کی صورت رکھتا ہے جو کفر کے حدود میں داخل ہے۔

دوسرا موقع

حضرت رسولؐ نے اپنے فرزند ابراہیم کے احتضار کے وقت گریہ فرمایا۔ چنانچہ علامہ ابن عبدالبر مالکی اپنی کتاب استیعاب میں لکھتے ہیں:-

عن انس قال لقد رأیت ابراھیم وھو یکید بنفسہ بین یدی النبیؐ فدمعت عینا رسول اللہ وقال یدمع العین ویحزن القلب ولا نقول الا ما یرضی الرب وانا بک یا ابراھیم لمحزونون

(استیعاب صـ ۴۳)

انس سے روایت ہے کہ میں نے ابراہیم کی حالت نزع کا مشاہدہ کیا ہے کہ اس وقت حضرت رسولؐ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اور حضرت فرما رہے تھے کہ آنکھیں آنسو بہاتی ہیں، اور دل کو صدمہ

پہنچتا ہے لیکن ہم ایسی بات نہیں کہتے جو خدا کو ناراض کرے۔ اے
ابراہیم ہم کو تمہارا دلی صدمہ ہے۔"

اس حدیث میں جس طرح فعل رسولؐ سے گریہ وبکا کا جواز ثابت
ہوتا ہے زبانی ارشاد سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جو کچھ بھی خلاف
شرع ہے وہ ایسے الفاظ کا زبان سے جاری کرنا جو خدا کی مرضی
کے خلاف ہوں لیکن آنکھوں سے آنسوؤں کا بہانا یا مصیبت
کا اثر لینا کسی طرح ناجائز نہیں ہو سکتا۔

اس روایت کو حافظ ابن جوزی حنبلی نے اپنی کتاب تلبیس ابلیس
میں بھی نقل کیا ہے اور صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۱۷۴ میں حضرت رسول
کی گریہ وزاری کے واقعہ کو نقل کر کے لکھا ہے :۔

فقال لہ عبد الرحمن بن عوف انت یا رسول اللہ قال
یا ابن عوف انہا رحمۃ ثم اتبعہا باخری فقال
ان العین تدمع والقلب یحزن۔

عبد الرحمن بن عوف نے (اعتراض کیا اور) کہا کہ آپ یا رسول
اور اس طرح گریہ کریں۔ حضرت نے فرمایا اے ابن عوف یہ رقت
قلب کی علامت ہے۔ پھر دوبارہ گریہ فرمایا اور کہا کہ بلاشبہ
آنکھیں رو رہی ہیں اور قلب محزون ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ باوجود صحابی کے ٹوکنے کے حضرت رسولؐ
گریہ فرمایا اور اپنے عمل سے ظاہر کیا کہ گریہ کسی طرح خلاف شرع نہیں ہے

تیسرا موقع

مشکوٰۃ میں صحیح مسلم سے منقول ہے :۔

عن ابی ھریرۃ زار النبیؐ قبر امہ فبکی وابکی من حولہ

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت رسولؐ نے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اور خود بھی روئے اور اپنے گرد کے لوگوں کو بھی رلایا۔

اگرچہ سابق کی حدیث سے کسی مصیبت کے وقوع پر گریہ کا جواز ثابت ہو چکا تھا لیکن یہ حدیث اس بات کو بتلاتی ہے کہ کسی عرصۂ دراز کی مصیبت کو یاد کر کے رونا بھی جائز ہے۔ بلکہ دوسروں کو رلانا بھی جائز ہے۔ اس سے مجلس عزا کی مشروعیت پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے۔

چوتھا موقع

زید بن حارث اور جعفر طیار اور عبد اللہ بن رواحہ کی شہادت سن کر حضرتؐ نے گریہ فرمایا۔ اس کو امام بخاری نے کتاب الجنائز کے صفحہ ۳ پر اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔ اور ابن بخاری عبد البر نے استیعاب میں زید بن حارث کے حالات میں لکھا ہے۔ کہ

ان النبیؐ بکی علی جعفر وزید وقال اخوای ومونسای ومحدثای

حضرت رسولؐ نے جعفر اور زید پہ گریہ کیا اور فرمایا ہائے میرے

اور میرے مونس تنہائی اور مجھ سے باتیں کرنے والے۔

پانچواں موقع

حضرت کی کسی صاحبزادی کا انتقال ہو گیا تھا۔ حضرت قبر پہ

وعیناہ تدمعان درآنحالیکہ حضرت کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے

تھے (دیکھو صحیح بخاری جلد اول ص ۱۴۶)

چھٹا موقع

صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۱۴۶ اور صحیح مسلم باب البکا علی المیت

میں مذکور ہے کہ حضرت کی کسی صاحبزادی کے بچہ کا انتقال ہو گیا

تو حضرت کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ فقال سعد ما

ھذا یا رسول اللہ قال ھذہ رحمۃ جعلھا اللہ فی

قلوب عبادہ وانما یرحم اللہ من عبادہ الرحماء

سعد بن ابی وقاص نے اعتراض کیا یا رسول اللہ یہ کیا؟ فرمایا

یہ رقت قلب ہے جس کو خدا نے اپنے بندوں کے دلمیں ودیعت کیا

ۓ رسولؐ کی کسی صاحبزادی کا حضرت فاطمہؑ زہرا کے علاوہ ہونا مسلم نہ

ہے۔ ممکن ہے دلیلہ پر بنت کا اطلاق ہوا ہو۔

خدا ان ہی بندوں پر رحم کرتا ہے جن کے دل میں رحم ہو۔
اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ گریہ فطری امر ہے۔

ساتواں موقع

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے۔
قال اشتکی سعد فعادہ رسول اللہ مع جماعۃ من اصحابہ فوجدہ فی غشیۃ فبکی قال فلما رای القوم بکاءہ بکوا۔ سعد بن ابی وقاص بیمار ہوئے اور حضرت رسولؐ اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ عیادت کے لیے گئے۔ سعد کو بے ہوش پایا تو حضرت رونے لگے جس کی وجہ سے تمام مجمع پر گریہ طاری ہو گیا۔ کیا اس کے بعد گریہ وزاری کے جواز میں شبہہ کرنا رسولؐ کے افعال اور شرعی احکام کا مقابلہ نہیں ہے۔

تقریر رسول

جس طرح خود رسالت مآبؐ کے فعل سے رونے کا جواز ثابت ہے اسی طرح دوسروں کو کسی مصیبت پر روتے دیکھ کر رسولؐ کا منع نہ کرنا بلکہ منع کرنے والے کو روکنا بھی منقول ہے۔ دیکھو جامع الاصول میں ہے۔ مات میت من آل محمد فاجتمع النساء یبکین علیہ فقام عمر ینھاھن

فقال رسول اللہ دعھن یا عمر فان العین دامعۃ والقلب

مصاب والعھد قریب (اخرجہ النسائی)

اہل بیت رسولؐ میں کوئی موت ہو گئی تو تمام عورتیں جمع ہو کر گریہ وزاری کرنے لگیں۔ حضرت عمر نے کھڑے ہو کر سب کو منع کیا اور روکنا شروع کیا جس پر حضرت رسولؐ نے فرمایا چھوڑ دو ان کو اے عمر کیونکہ آنکھیں روتی ہیں اور دل دکھتا ہی ہے اور ابھی تو زمانہ مصیبت کچھ دور بھی نہیں ہوا ہے" اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رونے والوں کو جب منع کر رہے تھے تو رسالت مآبؐ کو ناگوار ہوا اور آپؐ نے منع کیا۔ اگر گریہ کسی حیثیت سے ناجائز ہوتا تو کبھی حضرت رسولؐ اس کو گوارا نہ فرماتے کم از کم خود ممانعت نہ کی تھی تو دوسرے کے ممانعت کرنے پر سکوت فرماتے۔ مگر برخلاف اس کے آپؐ نے ممانعت سے روکا جو جواز کی صریحی دلیل ہے۔

دوسرا موقع

امام احمد بن حنبل نے رقیہ دختر حضرت رسولؐ کی وفات اور عورتوں کے گریہ کے متعلق ابن عباسؓ سے جو روایت نقل کی ہے۔ اس میں فجعل عمر یضرب بعض بسوطہ فقال النبی دعھن یبکین ثم قال مھما یکن من القلب والعین فمن اللہ والرحمۃ وقعد علی شفیر القبر وفاطمۃ الی جنبہ تبکی قال فجعل النبی یمسح

عن فاطمة بنو بہ رحمۃ لہا (مسند احمد جلد اول)

حضرت عمر اپنے کوڑے سے عورتوں کو مارنے لگے حضرتؐ نے فرمایا کہ چھوڑ دو ان کو کہ روتی رہیں پھر فرمایا کہ دل اور آنکھ سے جہاں تک تعلق ہے وہ خدا کی طرف سے ہے اور رقت قلب کی علامت ہے اور حضرت شفیر قبر پر بیٹھ گئے۔ حضرت فاطمہ آپ کے پہلو میں رو رہی تھیں تو حضرت بمقتضائے شفقت اپنے کپڑے سے ان کی آنکھیں پونچھتے تھے۔

www.kitabmart.in

تیسرا موقع

مسند امام احمد بن حنبل میں ابو ہریرہ سے روایت ہے۔

مرّ علی رسول اللہ جنازۃ معھا بواکی فنھرھن عمر فقال رسول اللہ دعھن فان النفس مصابۃ والعین دامعۃ (جلد دوم ص ۳۳۲)

جناب رسالت مآبؐ کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا جس کے ساتھ عورتیں رو رہی تھیں۔ حضرت عمر نے ان کو منع کیا تو رسولؐ نے فرمایا چھوڑ دو ان کو، کیونکہ دل کو رنج پہنچتا ہی ہے۔ اور آنکھوں سے آنسو بہنا فطری ہے۔

چوتھا موقع

علامہ ابن عبدالبر قرطبی مالکی نے استیعاب میں ابو الربیع عبداللہ بن ثابت انصاری کے حال میں لکھا ہے کہ

کفنہ رسول اللہ فی قمیصہ فقال لجبیر بن عتیک اذ نھی النساء عن البکاء علیہ دعھن یا اباعبدالرحمن فلیبکین ابا الربیع ما دام بینھن (استیعاب ج ا صفحہ ۳۵۷)

حضرت رسالت مآب نے ان کو اپنی قمیص کا کفن دیا اور جبیر بن عتیک (صحابی) نے جب عورتوں کو رونے سے منع کیا تو حضرت نے فرمایا کہ چھوڑ دو۔ ان کو اے ابو عبدالرحمن، جب تک ابو الربیع کا جنازہ ان کے درمیان ہے یہ روتی رہیں۔

اس روایت کو باختلاف الفاظ ابن اثیر جزری نے اسد الغابہ میں بھی نقل کیا ہے (ملاحظہ ہو جلد ثالث صفحہ ۱۲۸)

پانچواں موقع

استیعاب ابن عبدالبر صفحہ ۳۸ جلد اول میں جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ۔

لما جیئی بابی یوم احد وجاءت عمتی تبکی علیہ قال فجعلت ابکی وجعل القوم ینھرنی ورسول اللہ لاینھانی فقال رسول اللہ ص ابکوہ او لا تبکوہ فواللہ ما زالت الملائکۃ تظلہ باجنحتہا حتی دفنتموہ ۔

"روزِ احد جب میرے پدر بزرگوار کی لاش لائی گئی اور میری پھوپھی روتی ہوئی آئیں تو میں بھی رونے لگا۔ لوگ مجھ کو منع کرنے لگے۔ مگر رسول ص نے مجھ کو منع نہیں کیا۔ اور فرمایا کہ تم لوگ روؤ یا نہ روؤ خدا کی قسم ملائکہ اپنے پروں کا سایہ کیے رہے یہاں تک کہ تم نے لاش کو دفن کیا۔

اس روایت کو علامہ ابن اثیر جزری نے بھی اپنی کتاب اسد الغابہ (جلد ثالث) میں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ نقل کیا ہے۔

ان روایات سے صاف ظاہر ہے کہ گریہ و بکا کی ممانعت بالکل حضرت رسول ص کی مخالفت پر مبنی ہے۔ بظاہر حیرت ہوتی ہے کہ صحابہ کو کون سی ضد تھی کہ باوجود رسول ص کی متواتر تنبیہ کے وہ گریہ و بکا سے منع کرتے رہتے تھے۔ اور رسول ص کی بار بار ممانعت پر توجہ نہ کرتے تھے لیکن اسکی حقیقت تاریخ سیر کے سے واضح ہو جاتی ہے۔ درحقیقت گریہ و بکا سے ممانعت ایک جاہلیت کی رسم تھی جو اکثر افراد میں طبیعت ثانیہ

کے طور پر رائج ہو گئی تھی - اہل جاہلیت کا عقیدہ تھا کہ گریہ و
کی وجہ سے جوشِ انتقام فرو ہو جاتا ہے اور بزدلی پیدا ہو
ہے اس کی وجہ سے وہ لوگ سختی سے اپنی عورتوں کو رونے
سے باز رکھا کرتے تھے - اور اس کا مقام فخر میں ذکر کیا کرتے
تھے - عرب کا شاعر اپنے مابہ ناز محاسن کا ذکر کرتے ہوئے
کہتا ہے ؎

معاذ الالٰہ ان تنوح نساؤنا
علیٰ ھالک اوان نضج من القتل

" خدا کی پناہ اس بات سے کہ ہماری عورتیں نوحہ کریں کسی مر
والے کے اوپر یا ہم قتل سے چیخ اٹھیں "

اس عادت کا فلسفہ اگرچہ مذکورہ بالا اصول پر مبنی تھا - لیکن
رفتہ رفتہ رونے سے نفرت عادت بن گئی اور وہ قساوت
قلب اور بے رحمی کا پیش خیمہ قرار پائی - صحابہ کا رونے سے منع کر
درحقیقت طبیعت میں اسی عادت کے نفوذ کا اثر تھا جس
وجہ سے رسولؐ کا ایک مرتبہ بلکہ چند مرتبہ کا ارشاد بھی ان
طبیعت کو نہ بدل سکا اور آخر عمر تک ان میں یہ عادت باقی رہی

قولِ رسولؐ

واقعات تو یہاں تک بتلاتے ہیں کہ خود حضرت

نے گریہ و زاری پر آمادہ کیا ہے اور صحابہ کو ترغیب دی ہے
چنانچہ مطالب المومنین اور تفسیر کبیر میں محمد بن ابی جعفر سے
نقل ہے۔

قال قدم علینا رجل من الانصار فحدثنا
من حدیثه عن رسول الله انه مر ببنی اسد
وهم یندبون قتلاهم یوم احد فقال لکن حمزة
لابواکی له قالت النساء فخرجنا حتی اتینا رسول الله
فندبنا حمزة ورسول الله فی البیت حتی سمعنا
تنبیحه فارسل الینا قد احسنتم اوقد احسنتم
قال السرخسی انما قال ذالک لان حمزة کان سید
الشهداء یومئذ ولکنه کان غریبا فرثاه رسول الله و
فی المغازی ان سعد بن معاذ وسعد بن عبادة و
معاذ بن جبل لما سمعوا ذالک جاء وا بنساء
قومهم الی دار رسول الله یندبن حمزة حیی تام
ومن ذالک جری الرسم بالمدینة اذا مات
احد یبتدأن بالبکاء علی حمزة

محمد بن ابی جعفر کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک شخص انصار میں
سے آیا اس نے منجملہ اور باتوں کے ایک بات یہ بیان کی کہ رسالت
مآب کا گزر بنی اسد کی طرف سے ہوا اس وقت وہ اپنے مقتولین جنگ احد پر

روتے رہے تھے۔ حضرت نے فرمایا افسوس حمزہ پہ کوئی رونے وا

نہیں ہے۔ عورتیں کہتی ہیں کہ ہم اپنے گھروں سے نکل کر خانہ

رسول میں آئے اور ہم نے حمزہ پہ گریہ وزاری کی اسوقت رسالتمآب

گھر میں موجود تھے اور ہم ان کی تشبیح کی آواز سن رہے تھے

آپ نے ہمارے پاس پیغام بھیجا کہ تمہارا بڑا احسان ہوا۔

سرخسی نے کہا ہے کہ حضرت نے یہ افسوس اس لیے کیا تھا کہ حمزہ

اس دن سید الشہداء تھے۔ مگر عالم مسافرت میں انتقال ہوا تھا

رسالتمآب نے مرثیہ پڑھوایا اور کتاب مغازی میں ہے کہ سعد

بن معاذ اور سعد بن عبادہ اور معاذ بن جبل نے یہ سنا تو اپنے گھرانے

کی عورتوں کو خانۂ حضرت میں لائے اور انہوں نے حمزہؑ پہ نوحہ کیا

اور اس دن سے مدینہ میں یہ رسم جاری ہو گئی کہ جب کوئی مرتا تھا

پہلے حمزہؑ پر گریہ وبکا کر لیتے تھے۔

اس روایت کو امام احمد بن حنبل نے اپنے مسند میں بایں الفاظ

نقل کیا ہے:-

رجع رسول اللہ من احد فجعلت نساء الانصار

یبکین علی من قتل من ازواجھن فقال رسول اللہ

ولکن حمزۃ لا بواکی لہ قال ثم نام فانتبہ وھن یبکین

قال فھن الیوم اذا یبکین یبدئن بحمزۃ

حضرت رسولِ خداؐ نے اُحد سے مراجعت فرمائی تو انصار کی عورتیں اپنے شہید شدہ عزیز و اقارب پر رونے لگیں۔ حضرت نے فرمایا کہ افسوس حمزہ پر رونے والی عورتیں موجود نہیں۔ حضرتؐ سو گئے۔ آنکھ جو کھلی تو صحابہ کی عورتیں حمزہؓ پر رو رہی تھیں۔ راوی کہتا ہے کہ اب تک یہ رسم ہے کہ جب عورتیں صحابہ کی روتی ہیں تو پہلے حمزہؓ پر گریہ کرتی ہیں۔

نیز اس روایت کو طبری اور ابن اثیر نے اپنی تاریخ میں اور ابن عبد البر قرطبی نے عقد فرید میں اور ابن عبد البر نے استیعاب میں بھی ذکر کیا ہے جس کے بعد اس کی صحت میں کوئی شبہہ نہیں ہو سکتا۔

غور کے قابل تو یہ ہے کہ حمزہؓ نے مسافرت میں انتقال کیا تھا اور کوئی رونے والا نہ تھا تو حضرت رسولؐ نے انصار کی عورتوں سے گریہ و بکا اور نوحہ کرایا اور یہ رسم جاری ہوگئی کہ کسی عزیز کی موت میں سب سے پہلے حمزہؓ پر گریہ کیا جاتا تھا تو پھر کسی مظلوم کے عالم مسافرت میں شہید ہونے اور انکے اعزاز کے نہ رو سکنے پر اگر ہم گریہ و زاری کریں تو کون سا محلِ طعن ہے پھر جبکہ حقیقت یہ ہے کہ حمزہ کی مظلومیت سید الشہداؑ کی مظلومیت کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتی، شہید کربلا پر مصائب کا خاتمہ ہوگیا تھا۔ اور یقیناً رسولؐ کے دل میں حسینؑ کی جتنی محبت تھی وہ بھی حمزہؓ سے

زیادہ ہے ... پر
نظر میں ممدوح و مستحق نہ ہو گا۔

دوسری روایت

ابن عبدالبر نے استیعاب فی اسماء الاصحاب میں جعفر بن ابی طالب
کے تذکرہ میں لکھا ہے :-

لما نعی النبی لعی جعفر اتی امراتہ اسماء بنت
عمیس فعزاھا فی زوجہا جعفر ودخلت فاطمہ
رضی اللہ عنہا فھی تبکی وتقول واعماہ فقال
رسول اللہ علی مثل جعفر فلتبک البواکی
(استیعاب جلد ۱ صـ ۸۲)

جب حضرت رسولؐ کو جعفر کی خبر شہادت پہنچی تو حضرت
زوجہ اسماء بنت عمیس کے یہاں تشریف لے گئے اور ان کو تعز
پرسا دیا۔ اسی اثنا میں فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا روتی ہوئی آ
اور کہہ رہی تھیں ہائے میرے چچا، رسولؐ نے فرمایا کہ جعفر ا
شخص پر رونے والیوں کو رونا چاہیئے۔
ایک تو سیدۃ النساء العالمین کا فعل خود حجت اور

بقول اکابر علمائے اہلسنت مریم و آسیہ سے افضل نہیں اس کے ساتھ رسول کا اس فعل سے منع نہ کرنا جواز کی صریح علامت ہے اگر صرف اتنا ہی ہوتا تو مطلب ثابت تھا۔ مگر رسالتمآب نے اپنے قول سے شبہ کی گنجائش باقی نہیں رکھی۔ علی مثل جعفر فلتبک البواکی (جعفر ایسے ذی مرتبہ شخص پر رونے والوں کو رونا چاہیئے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے والا اگر بارگاہ احدیت میں مثل جعفر کے تقریب رکھنے والا اور مراتب فضیلت پر فائز ہو تو اس پر رونا مستحسن ہے اسلامی کتب حدیث و تواریخ سے پوچھو کہ جعفر کے فضائل کو حسین بن علی کے فضائل سے کون سی مناسبت ہے اور اگر مظلومیت کو معیار خیال کرو تو کربلا کے میدان کا جنگ موتہ کے معرکہ سے تقابل کرو زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔

بحمداللہ قول رسول، فعل رسول، تقریر رسول ہر طرح سے گریہ و بکا کا جواز بلکہ استحباب ثابت ہوگیا۔ مضمون اپنے حدود سے گزر چکا ہے۔ اور موقع نہیں کہ قلم کو زیادہ گردش دی جائے۔

صحابہ و تابعین کے افعال و اقوال سے گریہ و بکا کے ثبوت کے لیے ایک مستقل مضمون درکار ہے۔ اسی طرح مخصوصاً حضرت سید الشہدا اسلام اللہ علیہ پر جس طرح رسول نے گریہ و بکا کے استحسان کو ظاہر فرمایا ہے۔ اور خود واقعہ سے قبل اس مصیبت کا اثر لیا ہے۔ یہ ایک جداگانہ

موضوع ہے۔ پھر صحابہ و تابعین، تبع تابعین اور اکابر اہل اسلام نے شہادت سید الشہداء پر جن خیالات اور تاثرات کا اظہار کیا ہے اس کے لیے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔ اگر موقع ہوا تو ان مطالب پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔